فکرِ ابنِ تیمیہ اور اس کی اشاعت میں خاندانِ غزنویہ کا کردار

ڈاکٹر محمود احمد*

Ibn Taimīyyah and the Efforts of *Ghaznawī* Family for Promoting His Views

Abstract

Ibn Taimīyyah (661-728/1263-1327) is one of the most dynamic and seminal personalities in the history of Islam. Born in an age which, was characterized by large number of distortions and Riots in Muslim society, he struggled hard to revive Muslim society through inward animation and re-interpretation of its values in the light of Ijtihad (interpretation of law) based on direct recourse of the *Qur'ān* and *Sunnah*. He came to be hailed as the mujaddid of his age. His thought influenced not only his contemporaries in the Muslim heartlands but reached far beyond.

It was in the eighteenth century, when *Shāh Walī Allah* (1702-1763) was prominent on the South Asian intellectual scene, that *Ibn Taimīyyah*'s thought came to be seriously studied in academic circles. After *Shāh Walī Allah*, the most powerful advocate of *Ibn Taimīyyah*'s ideology was *Nawāb Sayyid Muḥammad Ṣiddīq Ḥassan Khān* (1832-1890), a veteran scholar and prolific writer from Bhopal. At *Ṣiddīq Ḥassan Khān* served in popularizing *Ibn Taimīyyah*'s services in Bhopal, Amritsar came into prominence as another centre of studies pertaining to *Ibn Taimīyyah*. It attracted the attention of scholars like *Sayyid Abdullah Ghaznawī* and his sons *Maulāna Muḥammad*, *Maulāna 'Abd al-Jabbār, Maulāna 'Abd ar-Raḥīm*, and *Maulāna 'Abd al-Waḥid*. All of them belonged to what is known as the *Ghaznawī* School. They established contact with the *'Ulamā'* of *Najd* through Bombay merchants and kept themselves informed of the works of the *Shaikh al-Islam*. They had some of them published, began to give instruction in them and generally applied themselves to the zealous propagation of *Ibn Taimīyyah*'s ideology. They stressed the importance of *Ḥadīth* in articulating the spirit of *ijtihād*. This article is a brief study of struggles of *Ghaznawī* family for promoting and publishing the thoughts of *Ibn Taimīyyah*.

Keywords: *Ibn Taimīyyah; Thoughts, Ghaznawī Efforts.*

امام شیخ الاسلام ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم (٦٦١ھ۔۷۲۸ھ/ ۱۲٦۳ء۔۱۳۲۷ء) ،جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے معروف ہیں عظیم مجدّدِ اسلام تھے،اُن میں مجدّد کی تمام صفات بدرجہ اَتم موجود تھیں،اُنہوں نے اپنے عظیم کارناموں اور کارِ اصلاح و تجدید کی بناء پر عظیم مصلح و مجدّد کا لقب پایا۔امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو اُن کے فضل و کمالِ علم کی بناء پر مجتہدِ مطلق اور عظیم مجدّد قرار دیا گیا۔ان کی مجدّدیتِ دین کا اندازہ ان کی شہرہ آفاق تصانیف کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔اُنہوں نے ایسی وقیع اور شان دار کتب تصنیف کیں کہ جس کسی کو اِستفادہ کا موقع ملا وہ اُنہی کا ہو کر رہ گیا۔اُن کے قریباً تمام ہم عصر اور مابعد علماء نے ان کے مجدّد ہونے کی صراحت کی ہر صاحب و دشمن نے آپ کی وسعتِ علمی کو تسلیم کیا اور اس بحرِ زخّار کو بہت سی عبقری و مجدّد شخصیات نے بھی مجدّد و مُصلحِ عظیم کے اَلقاب سے نوازا۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

اُن کی مساعیِ جمیلہ کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، اُنہوں نے مختلف جہات ومیادین میں اصلاح وتجدید کا فریضہ سرانجام دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کا خوب قلع قمع کیا۔ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی فکر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاحی وتجدیدی مساعی کا اجمالی خاکہ پیش کیا جائے، اس لئے یہاں ان کے اصلاحی وتجدیدی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی تجدیدی واصلاحی مساعی کو مندرجہ ذیل نکات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ اِصلاحِ عقائد　　۲۔ غیر اسلامی رسوم ورواج اور بدعات کا رَد　　۳۔ فلسفہ، منطق اور علمِ کلام کا رَد

۴۔ باطل ادیان وفرق کا رَد　　۵۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ　　۶۔ علومِ اسلامیہ کی تجدید واِصلاح

۱۔ اصلاحِ عقائد

عہدِ ابنِ تیمیہ میں عقائد میں بہت بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ ایمان وعقائد کے بارے میں عجیب وغریب بحثیں برپا تھیں خصوصاً صفاتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ پر بہت طبع آزمائی کی جا رہی تھی۔ لوگ اِس مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار تھے۔ کچھ تجسیم کے قائل تھے اور کچھ صفات کی تاویل کرتے کرتے تعطیل کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

اِمام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے دونوں نقطہ ہائے نظر کا رد کیا اور صفاتِ الٰہی کی اصل حیثیت کو واضح کیا کہ قرآن وحدیث میں مذکورہ صفات کو بلا تاویل حقیقی تسلیم کیا جائے گا البتہ اُن کی کیفیت اور ماہیت پر بحث نہیں کی جائے گی کیوں کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہی ہے اور ان کی کیفیت اور ماہیت ویسی ہی ہے جیسی اس کی ذات کے لائق ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ صفات کے باب میں تاویل کا رد امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے ایمان کی حقیقت پر بھی بحث کی اور ایمان کا صحیح تصور واضح کیا۔ آپ نے عقائد کے بگاڑ کو بھی موضوع بحث بنایا اور عقیدہ توحید کے منافی عقائد کا پُرزور رد کر کے توحید کا اُجلا اور واضح تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا چنانچہ آپ نے توسل، استغاثہ اور نداء لغیر اللہ کے غیر شرعی ہونے پر دلائل دیے۔

اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں غیر اِسلامی اور ملحدانہ وکفریہ عقائد کا اِبطال کیا جس میں حلول، اتحاد اور وحدۃ الوجود جیسے عقائد ونظریات شامل ہیں۔ آپ نے عقائد اور علم الکلام کے مسائل پر تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) کتب تصنیف کیں، جن میں معروف کتب یہ ہیں: العقيدة الحموية، رسالة في القرآن هلک انحرفاً وصوتاً، رسالة في علم الظاهر والباطن، العقيدة الواسطية، كتاب في خلق الافعال، مسئلة في العقل والرّوح.[۱]

۲۔ غیر اسلامی رسوم ورواج اور بدعات کا ردّ

آپ کے دور میں عقائد کے ساتھ ساتھ بعض مسلمانوں کے اعمال میں بھی بہت بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ بہت سے غیر اسلامی رواج اور بدعتیں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اصل میں عقائد کے بگاڑ کا لازمی نتیجہ اعمال کے بگاڑ کی شکل میں نکلتا ہے اس لئے آپ نے عقائد کے ساتھ ساتھ اعمال کی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی۔ لوگ حصولِ ثواب اور تحصیل حاجات کے لیے قبروں اور مزارات پر جاتے تھے اور وہاں بہت سے غیر شرعی اُمور کے مرتکب ہوتے تھے۔ آپ نے اس کی اصلاح کے لیے زوردار آواز بلند کی اور اس کا خلافِ شریعت ہونا واضح کیا۔ اس سلسلہ میں الجواب الباهر في زوار المقابر، لکھی جو کہ دار عالم الفوائد، مكة المكرمة، سے ۱۴۹۲ھ میں شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ مختلف قسم کی شعبدہ بازیاں کر کے ان کو کرامت باور کرواتے تھے جیسے سلسلہ رفاعیہ سے تعلق رکھنے والے آگ میں کود جاتے تھے۔ آپ نے ان سے مناظرہ کیا اور ان کا دجل و فریب لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ آپ نے ان کو چیلنج کیا کہ وہ غسل کر کے آگ میں کودیں کیوں کہ وہ اپنے جسموں پر کوئی ایسا تیل لگاتے تھے جس سے آگ ان پر اثر نہیں کرتی تھی اور وہ اس کو کرامت ظاہر کرتے تھے۔[۲]

دوسری قوموں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے دوسری تہذیبوں کے جو اثرات مسلمانوں میں سرایت کر گئے تھے آپ نے ان کو دور کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کی مشابہت سے منع کیا۔ بعض مسلمانوں نے غیر مسلموں کے تہواروں کو منانا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے ان کے رد میں اقتضاء الصراط المستقیم میں مفصل لکھا۔

۳۔ فلسفہ، منطق اور علم کلام کا ردّ

مسلمانوں میں یونانی فلسفہ و منطق کے مطالعہ کا آغاز خلیفہ منصور کے دور میں شروع ہوا اور پھر تیزی سے مسلمانوں میں اس کا شیوع ہوا۔ مسلمانوں میں بڑے بڑے ذہین لوگ فلسفہ و منطق کے سحر میں گرفتار ہو گئے حتی کہ فلسفہ و منطق کو علم کی معراج اور عقل کی انتہا سمجھا جانے لگا۔ فلسفہ و منطق کے بہت سے مسائل کی زد براہ راست اسلامی عقائد پر پڑتی تھی لہٰذا کچھ مسلمانوں نے فلسفیانہ انداز میں اسلامی عقائد کے اثبات کا بیڑا اٹھایا جس سے علم کلام وجود میں آیا۔ عہدِ ابنِ تیمیہ میں فلسفیانہ بحثیں اور متکلمانہ جدلیات اپنے عروج پر تھیں۔ فلسفہ کی تو بنیاد ہی وحی کی مخالفت پر ہے کیوں کہ یہ وحی کے مقابلہ میں عقل کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش ہے، اس لیے اس کے بہت سے مسائل اسلامی عقائد سے متصادم ہیں جن میں قدم عالم اور خدا کے علم جزئی جیسے نظریات شامل ہیں۔

اسی طرح علمِ کلام اگرچہ اسلام کے دفاع کے لیے بنایا گیا تھا لیکن چوں کہ اِس کا طریقہ کار بھی فلسفے جیسا تھا اِس لئے اِس کے بہت سے نقصانات مسلمانوں کے لیے تھے جس میں شک و تذبذب، ایمان وصفات کے بارے میں غیر ضروری بحثیں، جو بہت سے نزاعات کا باعث تھیں، قرآن و حدیث کے دلائل پر عدم اعتماد اور اس کو ناکافی سمجھنا اور عمل کی طرف عدم توجہی ایسی قباحتیں سرفہرست ہیں لیکن اِن حقائق کے باوجود مسلمان اِن علوم کو حرزِ جان بنائے ہوئے تھے اور اُن کو زندگی کا لازمی جزو سمجھتے تھے۔ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اِن علوم کے طلسم کو توڑا اور اُنہی اُصولوں کے مطابق اِن علوم کا غیر تسلی بخش ہونا ثابت کیا۔ آپ نے اِن علوم کے اُصول و مبادی کا بدلائل رد کر کے مسلمانوں کو اِن علوم کی مرعوبیت سے آزاد کروایا۔ اور اِن عُلوم کے غیر شرعی ہونے پر دلائل دیئے اور عقائد کے سلسلے میں منہجِ سلف کی برتری کو ثابت کیا۔ یہ آپ کا ایک عظیم الشان مجتہدانہ کارنامہ ہے جس کے لیے اُمت محمدیہ آپ کی مرہونِ منت ہے۔ آپ نے اِن علوم کی تردید کے لیے ۲۰ سے زائد کتب لکھیں۔ جن میں معروف کتب یہ ہیں: كتاب في الردّ على المنطق، نقض المنطق، الردّ على الفلاسفة، درء تعارض العقل والنقل، موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول۔

۴۔ باطل اَدیان و فرق کی تردید

آپ نے جس وقت اِصلاح و تجدید کا کام شروع کیا اُس وقت مسلمانوں میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو چکے تھے اور اِن

فرقوں کے ظہور کی ایک بڑی وجہ فلسفہ اور علمِ کلام بھی ہے۔ آپ نے اپنے دور کے ہر گمراہ فرقے کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ آپ نے مختلف مذاہب کی تردید کی اور اُس دور میں موجود مختلف فرقوں کے باطل نظریات کا رد کیا۔ آپ نے مندرجہ ذیل فرقوں کا خصوصی طور پر رد کیا: زیدیہ، کیسانیہ، اسماعیلیہ، باطنیہ اور نصیریہ۔ آپ نے اِن کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب منهاج السنة النبوية ہے۔

مسئلہ تقدیر پر بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوئے تھے۔ جہمیہ انسان کو مجبور محض سمجھتے تھے اور قدریہ تقدیر کا انکار کر کے انسان کو اپنے افعال کا خالق سمجھتے تھے۔ آپ نے اِن دونوں کی تردید کی۔ اِسی طرح آپ نے معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ فرقوں میں پائی جانے والی خلافِ شرع باتوں کا بھی اِبطال کیا۔ آپ نے ادیانِ باطلہ کا بھی رد کیا خاص طور پر عیسائیت اور یہودیت کا رد کیا۔ عیسائیت کے رد میں آپ کی کتاب الجواب الصحيح لمن بدّل دين المسيح ایک مایہ ناز تصنیف ہے۔

۵۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ

معاشرتی برائیوں کے خلاف بھی امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے طویل جدوجہد کی۔ آپ نے ریاکاری، تکبر، بدخوئی، بدگمانی اور خود پسندی کی مذمت کی اور لوگوں کو اخلاق فاضلہ کی تلقین کی۔ آپ نے اخلاقیات کے موضوع پر بیسیوں کتب تصنیف کیں۔ اُن کے زمانے میں کچھ کوہستانی قبائل نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ وہ مسلمانوں کے مال اور عزتوں کو لوٹتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے تھے۔ جنہوں نے بہت سی حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال کر لیا تھا۔ آپ نے اُن کے خلاف تادیبی کاروائی کی اور اُن سے جنگ کی۔ اِس طرح آپ نے اُن کو راہِ راست پر لا کر معاشرے سے فساد کو ختم کیا۔[۳]

اِسی طرح آپ نے شراب خانوں کو ختم کیا۔ شراب کے مٹکے وغیرہ توڑ دیئے اور شرابی لوگوں پر تعزیر لگائی۔[۴] آپ کے دور میں عوام پر بھاری ٹیکس لگائے جاتے، لوگ رشوت دے کر سرکاری عہدے حاصل کر لیتے اور کچھ لوگ اپنے مقتولین کا قصاص خود لیتے اور معاملہ عدالت میں لے جانے کی بجائے خود ہی نمٹا دیتے۔ آپ نے سلطان سے کہہ کر اِن تینوں اُمور کے خلاف قانون سازی کروائی۔[۵]

۶۔ علومِ اسلامیہ کی تجدید و اصلاح

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے دیگر اسلامی علوم کی طرف بھی توجہ کی۔ آپ نے حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، اُصول تفسیر، فقہ اور اُصولِ فقہ کے موضوع پر موجود مواد کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور پھر ان موضوعات پر اپنی تحقیقات پیش کیں۔ آپ نے ان علوم کے ماہرین کی آراء کا تنقیدی جائزہ لیا اور اپنا ایک جداگانہ طریق اختیار کیا۔ آپ نے متقدمین کے کام کو آگے بڑھایا اور تقلید کی بجائے مجتہدانہ طریق اختیار کیا۔ آپ نے روایت و درایت حدیث کے اصولوں، مختلف اسالیب تفسیر اور اِستنباطِ مسائل کے طرق کا تنقیدی جائزہ لیا اور اِس سلسلے میں پائی جانے والی خامیوں کا تذکرہ کیا۔ اِسی طرح آپ نے مختلف فقہی مکاتب کی خوبیوں اور خامیوں کا تذکرہ کیا۔ آپ نے قیاس کے استعمال میں پائی جانے والی اِفراط و تفریط، تقلید اور اِتباعِ سنت کے بارے میں مبالغہ آمیز رویوں اور مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان پائے جانے والے تعصب کو ختم کر کے ایک معتدل اور جداگانہ طرزِ فکر و عمل لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے تفسیر میں اسرائیلی روایات، تاویل نصوص کی حدود، خبر واحد کی حجیت، ظواہر قرآن اور حدیث کا تعارض، قیاس،

استحسان اور مصالح مرسلہ کی حجیت جیسے اختلافی مسائل پر مدلل گفتگو کی اور بادلائل راجح مسلک کی وضاحت کی۔ الغرض آپ نے علومِ اسلامیہ کی تنقیح، تجدید، اصلاح اور نشرواشاعت کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ آپ نے تفسیر کے موضوع پر ۸۰، حدیث پر ۴۰، فقہ کے موضوع پر ۱۲۰ اور اصول فقہ پر ۲۰ کتب ورسائل تصنیف کیے۔[6]

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں اصلاح کی اور فکرِ اسلامی کا اِحیاء کیا۔ آپ نے عقائد کی اِصلاح کی، نیز اسلامی رسومات رواج کارد کیا، فلسفہ ومنطق اور علمِ کلام پر تنقید کی، باطل ادیان وفرق کارد کیا۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کیا اور اسلام کو خالص شکل میں پیش کرکے علومِ اسلامیہ کی تجدید واصلاح کی۔ یقیناً یہ بہت عظیم کارنامے ہیں اوران میں ہر ایک کارنامہ اپنے اندر کئی مزید کارناموں کو سموئے ہوئے ہے۔ اُن کے اِنہی کارناموں سے اُن کے منہجِ اصلاح وتجدید کے اُصولیات تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ جو اِن نِکات واُصولیات پر مضبوط عمارت اُستوار کئے ہوئے ہیں:

۱۔ ہدایت اور علمِ یقینی کا واحد حتمی ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔
۲۔ قرآن وسنّت کی اِتباع ہی اَصل دِین ہے۔
۳۔ دِین کے اَصل پر قائم رہنا ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔
۴۔ خارجی وداخلی حملوں سے اسلام کا دفاع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ دین اسلام کی جامع حیثیت کا پرچار کرنا چاہئے۔
۶۔ دِین کے معاملے میں عدم مداہنت سے کام لینا چاہئے۔
۷۔ فائدہ مند طبعی علوم سے اِستفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

چوں کہ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی فکر ہمہ جہت فکر تھی اِسی وجہ سے یہ آپ کی زندگی ہی میں دنیا کے اَطراف واَکناف میں پھیل گئی اور برصغیر میں بھی یہ فکر نفوذ پذیر ہوئی اور یہاں کے عبقری علماء ومصلحین نے اِس فکر سے بہت استفادہ کیا اور یہاں کے فساد وبگاڑ کی خوب اِصلاح کی۔ برصغیر کے عظیم مجدّد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی اِس فکر سے اِستفادہ کیا اور اُن کے بعد برصغیر کی بہت سی اہم شخصیات نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ کیا، اور بہت سے اہلِ علم وفضل آئے جنھوں نے یا تو امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہکی فکر کو شائع کروایا، اُن کی سیرت واَفکار پر کچھ لکھا، مسائل میں اُن سے موافقت کی، اُن کی تحسین میں لکھا، اَفکار ونظریات میں اُن سے متاثر ہوئے، اُن کے دفاع میں لکھا اور اُن کی فکر وعمل کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہنے گو کہ فکرِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ کیا اور امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے بعض مسائل میں موافقت کی، اُن کے نظریات کی تائید کی اور اُن کا دفاع کیا لیکن اس سے عموماً علمی حلقے امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے پوری طرح متعارف نہ ہوئے تھے کہ برصغیر کی ایک اَہم شخصیت نواب محمد صدیق حسن خاں رحمہ اللہکی وجہ سے یہاں کے لوگوں کو معارفِ ابنِ تیمیہ سے شناسائی ہوئی، اُنہوں نے امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہکی بہت سی کتب شائع کیں۔

اُنہی اَیّام میں جب نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہکتبِ ابنِ تیمیہ کی نشرواشاعت میں مصروف تھے خاندانِ غزنویہ بھی امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی فکر کو پھیلانے میں سرگرمِ عمل تھا۔ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہاور اُن کے بیٹوں نے معارفِ ابنِ تیمیہ

کو امرتسر اور اس کے گردونواح میں عام کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی کتب حجاز سے دستیاب کر کے شائع کروائیں اور اُن کا اُردو و فارسی میں ترجمہ کروایا۔ یہاں اِس خاندان کا مختصر تعارف اور اُن کی کاوشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سید عبداللہ غزنوی (م۱۲۹۸ھ/۱۸۷۹ء)

آپ کا نام عبداللہ بن محمد بن محمد بن محمد شریف تھا۔ آپ سید نا سیّد اہل الجنۃ حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہیں۔[۷] افغانستان کے ضلع غزنی قلعہ بہادر خیل میں خواجہ ہلال پہاڑ کے پاس ایک گاؤں "گیرو" آپ کا آبائی وطن تھا۔[۸] آپ کی وِلادت ۱۲۳۰ھ کے آخری عشرہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے اُساتذہ سے حاصل کی۔ جب آپ کی ابتدائی رسمی تعلیم مکمل ہوگئی تو آپ نے تعلیم کی طرف ذاتی طور پر توجہ دی اور پوری تن دہی اور اِنہماک کے ساتھ کتاب وسنّت کا علم حاصل کرنے لگے۔ مسائل سیکھنے کے لیے دو دفعہ علامہ حبیب اللہ قندھاری کے پاس قندھار گئے، کیوں کہ آپ تحقیق و جستجو کی طرف میلان رکھتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی لکھتے ہیں: "حضرت عبداللہ صاحب غزنوی جب دوبارہ قندھار تشریف لے گئے تو آپ کے حالات سے متعجب ہو کر شیخ حبیب اللہ قندھاری نے علماء قندھار کی بھری مجلس میں کہا۔ **مسائلِ دینیہ راچنانکہ ایں شخص می فہمد من خود نمی فہم** (دینی مسائل جس قدر یہ شخص سمجھتا ہے میں خود نہیں سمجھتا)"۔[۹]

اس دَور کے معاشرتی و مذہبی حالات

آپ کے معاشرہ کا ماحول دِینی نقطۂ نظر سے بہت ہی گھناؤنا تھا، ماحول کافی حد تک جہالت، بے دینی اور بِدعات و خرافات سے لبریز تھا۔ اِس دور میں دِین کا صحیح علم رکھنے والوں اور اُس پر صحیح طریقے سے عمل کرنے اور کرانے والوں کا بحران ہی نہیں، فُقدان تھا۔ اَیسے موقع پر کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی کہ مولویوں اور ملاؤں کے جمِ غفیر کو للکارے اور سب کی مخالفت مول لے کر اپنی راحت و آرام کی زندگی اذیتوں اور تکلیفوں کی داستان بنا دے۔

بات صرف اتنی نہ تھی کہ ملاؤں کی مخالفت ہوگی بلکہ اُن کی مخالفت سے اُن اُمراء اور حکّام کی مخالفت کا بھی اَندیشہ تھا جو اُن کے چنگل میں تھے اور اُن کے دباؤ پر اپنی حکومت اور سلطنت کو بچانے کے لیے وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہوسکتے تھے جس کے کرنے پر زور ڈالا جاتا۔ اُس دور میں قرآن وسنّت کے مخالف کو موافق قرار دے دینے پر تقریباً اتفاق ہو چکا تھا اِس کی توثیق اُس مناظرے سے ہو سکتی ہے جو اِس موضوع پر شیخ سے ہوا "حدیث کی موجودگی میں اِمام کا قول ترک کیا جاسکتا ہے؟"۔[۱۰]

شرک و بدعت کی مخالفت

آپ طبعاً شرک و بدعت سے قطعاً بیزار تھے۔ اِس سلسلے میں قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا اور دِین کا صحیح عِلم حاصل کیا۔ شرک و بدعت کو وہ پہچان گئے تھے۔ اگر کچھ شبہات ہوتے تو علامہ قندھاری کی طرف رجوع کرتے۔ چنانچہ آپ نے کُھل کر شرک و بدعت کی مخالفت شروع کر دی۔ اُس وقت وطن کا ماحول کس قدر شرک و بدعت سے گدلا ہو چکا تھا اِس کا اندازہ آپ کے فرزند سید عبدالجبار غزنوی کے اِس بیان سے لگایا جاسکتا ہے:

> آپ کے ملک میں کیا خاص اور کیا عام، سبھی شرک و بدعت اور رسوم و رواج میں مبتلا تھے۔ علما اور مشائخ اسی کو دین سمجھتے تھے، پھر بے چارے عامیوں کا کیا ذکر ہے۔ آپ کو غیب سے کبھی اِلہام کے ذریعے اور

کبھی خواب میں ان کاموں سے سخت روکا جاتا اور کتاب وسنت کی ترغیب دی جاتی۔ آپ حیران ہوتے کہ اس ولایت میں کتاب وسنت کے علم کا نام ونشان تک نہیں ہے اور نہ کتاب وسنت کی ترویج کے اسباب موجود ہیں، کس طرح مجھ سے یہ امر انجام پذیر ہوگا۔ جب یہ خیال کرتے توغیب سے تاکید آیت فَسَنُيَسِّرُہ لِلْيُسْرٰی"کا مضمون الہام ہوتا۔ ناچار سنت کی تابعداری اور شرک اور رسموں اور بدعتوں کا رد کرنا اختیار کیا اور کتاب وسنت کے علم کی طرف توجہ کی۔ آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان کر دیا کہ ہم کتاب وسنت کے خلاف جو کچھ پائیں گے اس کی تردید کریں گے۔ اسے اپنی زندگی میں نافذ ہونے دیں گے۔نہ کسی ایسے شخص کی زندگی میں جس کو ہم کسی بھی قیمت پر دعوت دے سکتے ہیں۔[۱۲]

کفر کا فتویٰ اور جلاوطنی

جب آپ نے کھل کر شرک وبدعت کی تردید شروع کی اور قرآن وسنت کی دعوت پیش کرنا چاہی تو علمائے وقت آپ کے سخت مخالف ہوگئے۔ اور امیر دوست محمد (م۱۸۶۳ء) کو شکایت کر کے آپ کے خلاف اُکسایا۔ اِن علماء کی ذہنی وفکری حالت کا اَندازہ اِس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُنھوں نے سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہسے مناظرہ کیا جس کا موضوع تھا: "اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟" جس میں آپ نے حجیتِ حدیث پر زبردست دلائل دیے اور مخالفین کو بڑی رسوائی ہوئی۔ جس سے وہ اِس قدر مخالفت پر اُتر آئے کہ امیر کو زبردستی اس بات پر قائل کر لیا کہ اگر یہ شخص یہاں رہا تو ملک میں اِنتشار پھیلائے گا۔ امیر کو بھی مصلحت اِسی میں نظر آئی۔ اُس نے آپ سے کہا: تم اس ملک سے چلے جاؤ۔"لہٰذا آپ نے گھر بار چھوڑا اور دہلی روانہ ہوگئے۔"[۱۳]

میاں نذیر حسین کی صحبت میں

میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہکی صحبت میں دہلی پہنچ کر سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ نے میاں نذیر حسینرحمہ اللہ سے اکتساب علم کیا۔ سید صاحب خود فرماتے ہیں:"دہلی میں اس وقت غدر مچا ہوا تھا، عین بلوہ کے زور وشور میں جب کہ موت سر پر منڈلارہی تھی اور ہر ایک کو جان کی فکر تھی، میں پورے اطمینان سے میاں صاحب سے بخاری پڑھنے میں مشغول تھا، میری بخاری ختم ہونے والی تھی مگر بوجہ انتشار کے میرے اور میاں صاحب کے درمیان جدائی ہوگئی اور چند اَوراق باقی رہ گئے۔"[۱۴]

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے خصوصی عقیدت: سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ ابنِ تیمیہ وابنِ قیم رحمہا اللہ سے گہری عقیدت ووابستگی رکھتے تھے۔ وہفرماتے ہیں: "میں نے خواب میں دیکھا کہ جس دن نور تقسیم ہوا، ابنِ تیمیہ کو نور کا ایک بڑا حصہ ملا"۔[۱۵]

آپ امام ابنِ تیمیہ اور امام ابنِ قیم رحمہا اللہ کی کتب سے بے حد شغف رکھتے اور اُن کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتے اور اُن کو تمام کتب پر فضیلت دیتے۔ اُن کے بیٹے سید عبد الجبار غزنوی (۱۲۶۸ء۔۱۳۳۱ء) کہتے ہیں:

> میرے والد محدثین محققین کی کتابوں کی طلب میں خاص کر ابنِ تیمیہ اور ابن القیم کی تصانیف کی طلب میں سبحان اللہ ! کس شوق سے عاجزی اور زاری کرتے کہ کبھی سیر نہ ہوتے۔ اِن دونوں عالموں کے ساتھ زیادہ محبت رکھتے اور اکثر اہلِ علم پر اِن کو فضیلت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ شاہ ولی اللہ جیسوں

کی نسبت اِن دونوں شیخوں کے ساتھ ایسی ہے جیسے علمائے خراسان کی نسبت شاہ ولی اللہ کے ساتھ۔[۱۶]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے علم و مرتبے سے بخوبی آگاہ تھے۔ اِس لیے تو کتبِ ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم سے خصوصی عقیدت رکھتے اور اُن کے بے حد شائق تھے۔ ہر صورت میں اِن تصانیف کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اِن کا خوب مطالعہ کرتے۔ اِس کا اثر اُن کے بیٹوں میں بھی منتقل ہوا (آئندہ اس کا ذکر آئے گا)۔ مزید یہ کہ سید عبداللہ غزنوی نے جو اِصلاحی کاوشیں کیں وہ بھی فکرِ ابنِ تیمیہ سے متاثر نظر آتی ہیں۔

دعوتی و اِصلاحی فکر میں فکرِ ابنِ تیمیہ سے مطابقت

سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی اِصلاحی کاوشیں اَفکارِ ابنِ تیمیہ سے کافی حد تک مطابقت رکھتی ہیں۔ اُنھوں نے بہت سے اِصلاحی کام کیے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

غلط عقائد اور رسوم کو ختم کیا گیا اور بہت سے لوگوں کو سیدھے راستے پر لگایا گیا۔ چنانچہ آپ نے مرد وزَن کی باہم مشابہت، مشرک و بدعتی کو لڑکی دینے، مہر کو لڑکی کے حوالے نہ کرنے اور خود کھا جانے اور کسی بھی طرح رسم و رواج کی پابندی کرنے پر زبردست نکیر کی ہے اور خدا کو ایک جاننے، ماننے، نمازوں کو خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنے، صرف اللہ پر بھروسہ رکھنے اور اسی کی مرضی تلاش کرنے، دنیا سے قطعاً بے پرواہ رہنے، قرآن وحدیث کا ترجمہ کرانے اور اس کا پرچار کرنے، توبہ و اَنابت کرنے، خدا کو آرام و تکلیف ہر حال میں یاد کرنے پر زور دیا ہے۔ اِس کے علاوہ آپ نے درس و تدریس اور کتب کی نشر و اشاعت کے ذریعے تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہاں مختصراً اُن کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

درس و تدریس اور دعوتِ دین

سید عبداللہ غزنوی نے درس و تدریس کے ذریعے خالص دین کی دعوت کو پیش کیا اور قرآن وحدیث کی تدریس میں اس قدر مگن ہوئے کہ اس کو اوّلین ترجیح سمجھا اور کسی چیز کو اس میں رکاوٹ نہ بننے دیتے تھے۔ علامہ اقبال اپنے ایک مکتوب (بنام منشی محمد دین فوق بتاریخ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۲ء) میں اُن کے درس و تدریس میں شوق و ذوق اور اِنہماک کو بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

''مولوی عبداللہ غزنوی حدیث کا درس دے رہے تھے کہ اُن کو اپنے بیٹے کے قتل کی خبر موصول ہوئی۔ ایک منٹ تامل کیا پھر طلبا کو مخاطب کرکے کہا: ''مابر ضائے او راضی ہستیم، بیایید کہ کارِ خود بکنیم'' یہ کہہ کر درس میں مصروف ہوگئے۔''[۱۷]

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو دین کی ترویج میں اس قدر دلچسپی تھی کہ بیٹے کے قتل پر صرف ادنیٰ تامل فرمایا اور پھر اپنے کام میں لگ گئے۔ گویا آپ کے نزدیک درس کو اور دعوتِ دین کو ایسے موقع پر بھی چھوڑ دینا دین حق کی حق تلفی اور خیانت ہے۔

مصائب میں دینِ اِسلام کی ترویج

اُنھوں نے امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی طرح تبلیغِ دین کے لیے کسی تنگی اور تکلیف کو رکاوٹ نہ بننے دیا بلکہ ہمہ وقت دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے کمربستہ رہے۔ چنانچہ جب آپ کو شریعتِ حقہ کی تبلیغ کے جرم میں گرفتار کیا گیا تو گرفتار کرنے والے صوبہ دار محمد عمر خان نے سنجیدہ مزاجی کے ساتھ کہا: "آپ اپنے راستے کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے، جو کچھ وقت کے مولوی کرتے ہیں آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو جائیں"۔ اس موقع پر آپ کا جواب یہ تھا: "مجھ کو اللہ کا حکم ہے کہ میں کتاب و سنت کو

جاری کروں، میں محکم قصد اور مصمم ارادہ رکھتا ہوں کہ جب تک جان بدن میں ہے اور سر تن پر، کتاب و سنت کی خدمت میں سرگرمی سے کوشش کروں گا"۔[۱۸]

اسی بات کو آپ نے ایک خط میں اس طرح لکھا:

> فقیر ھمیشہ خود را بتر ویج کلام اللہ ماموری بیند۔ و در تبلیغ آں ماجور۔ پس ماوامیکہ جان در بدن دارم و سر بر تن، آشنا و بیگانہ را ترغیب می دہم واز تکرار آن ہر چند کہ باشد، ننگ و عار نمی آرم۔[۱۹]
>
> فقیر اپنے کو ہمیشہ کلام اللہ کی ترویج کے لیے مامور سمجھتا ہے اور اس تبلیغ میں اپنے کو ماجور تصور کرتا ہے۔ اس لیے جب تک بدن پر سر اور جسم میں جان رکھتا ہوں واقف اور غیر واقف ہر ایک کو ترغیب کرتا ہوں اور جس قدر بھی ہو اس کو بار بار کہنے میں ننگ و عار نہیں محسوس کرتا۔

یہی وجہ ہے کہ خود دین کی تبلیغ کرنے کے ساتھ ہی دوسروں کو بھی اس خدمت پر آمادہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں اپنے شاگرد محمد حسین کو لکھتے ہیں:

> غرض کہ از خوابہائے حقیر معلوم میشود کہ مرضی ارحم الراحمین در حق شما اشاعت دین است۔ پس در اشاعت دین سعی تمام و کلفت مالا کلام باید کرد۔[۲۰]
>
> حقیر کو خوابوں سے جو بات معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی خوشنودی تمھارے لیے اسی میں ہے کہ تم دِین کی اشاعت کرو۔ اس لیے دین کی اِشاعت میں پوری کوشش کرنی چاہیے اور تحمّل کے ساتھ اَذیّتیں برداشت کرنی چاہئیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: "درافشاء واجراء و تبلیغ احکام رب العالمین خصوصاً توحید و تفرید حق، کما ینبغی بجا آرید" یعنی "اللہ تعالیٰ کے اَحکام خصوصاً توحید و واحدانیتِ باری تعالیٰ کی تبلیغ اور نشر و اِشاعت خوب مناسب طریقہ پر کیجیے"۔[۲۱]

اشاعتِ کتب

سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے بہت سے تبلیغی رسالے شائع کرائے اور اُنھیں مفت تقسیم کرایا۔ کئی کتابوں کے ترجمے اپنے اَحباب سے کروائے اور اُنھیں طبع کرا کے عوام میں دِین کا پرچار کیا، لیکن اِس سلسلے میں آپ نے جتنی کوششیں کی ہیں، اُن سب کے جاننے والے اَب نہیں رہے۔ اِس لیے آپ نے اِشاعت اور تراجم کتب سے متعلق جس قدر خدمات اَنجام دی ہیں اُن سب کا پیش کرنا مشکل ہے۔ جو کوئی اِن کو جاننے والے تھے، اُن میں سے کچھ ہی اَحباب نے سرسری طور پر بعض خدمات کا اِجمالی ذکر کیا ہے۔ سید عبد الجبار غزنوی لکھتے ہیں:

> توحید اور اِتباعِ سنت اور عقائد کی بہت سی کتابیں اور رسالے عام لوگوں کے نفع کے واسطے فارسی اور اُردو زبان میں ترجمہ کروا کر چھپوا دیے اور للہ تقسیم کر دیے۔ الحمد للہ! جس قدر خوش عقیدہ لوگ کہ آج کل اس شہر امر تسر میں موجود ہیں، گمان نہیں کہ ہندوستان اور خراسان کے شہروں میں سے کسی شہر میں اس قدر خوش عقیدہ لوگ موجود ہوں۔ باوجودیکہ یہ شہر ہندوؤں اور کافروں کی قرار گاہ ہے۔[۲۲]

شیخ نے بعض مترجمین اور معاونین کو جو خطوط لکھے ہیں، اِن سے بھی اندازا ہوتا ہے کہ آپ کتب کی نشرواشاعت کس قدر ضروری سمجھتے تھے اور کتب کے شائق تھے۔ چنانچہ آپ اپنے خاص رفیق مولوی "حیات گل" کو لکھتے ہیں: "رسالہ ایقاظ الہمم، جسے ترجمہ کے لیے بھیجا گیا تھا چونکہ یہاں اس کی سخت ضرورت آپڑی ہے اس لیے لکھا ہے کہ اسے خط پہنچتے ہی فوراً بذریعہ ڈاک بھیج دو۔ ترجمہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو"۔ [۲۳]

دوسری جگہ اپنے مخصوص ہمدرد و معاون "محمد حسین" کو لکھتے ہیں: "تمھارے لیے ضروری ہے کہ مردوں اور عورتوں کو قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ اور "ترجمہ نماز" پڑھاؤ۔ الغرض کلام اللہ کی اشاعت کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرو، تاکہ خادمان کلام اللہ میں شمار ہووے، آمین"۔ [۲۴]

شوکانی (کی کتاب) کے چند اوراق کا فارسی ترجمہ بہت جلدی کرو تاکہ چھپ جائے، "رسالۂ نزول" [۲۵] کو عبدالاحد بہت مانگتا ہے۔ کسی معتبر آدمی کے ہاتھ ضرور بھیج دو۔" [۲۶]

خاندانِ غزنویہ اور کتبِ ابنِ تیمیہ کی دستیابی

جس طرح سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے اِصلاحی کاوشوں سے اور کتب کی نشرواشاعت کرکے فکرِ ابنِ تیمیہ کو پھیلایا اِس طرح یہ فکر اُن کے بیٹوں کے ذریعے عام ہوئی۔ یہاں اُن کی کاوشوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بارہ (۱۲) بیٹے تھے:

۱۔ مولانا محمد ۲۔ مولانا عبداللہ ۳۔ مولانا احمد ۴۔ مولانا عبدالجبار

۵۔ مولانا عبدالواحد ۶۔ مولانا عبدالرحمن ۷۔ مولانا عبدالستار ۸۔ مولانا عبدالقیوم

۹۔ مولانا عبدالعزیز ۱۰۔ مولانا عبدالحی ۱۱۔ مولانا عبدالقدوس ۱۲۔ مولانا عبدالرحیم

یہ تمام اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور فاضل تھے۔ بعض اہم کتابوں کے مصنف، مترجم اور شارح تھے۔ انھوں نے بہت سی عمدہ کتب شائع کیں۔ [۲۷] مولانا عبدالرحیم اور مولانا عبدالواحد دونوں بھائیوں کی تجارت کے سلسلے میں عرب کے بعض علاقوں میں آمدورفت تھی۔ اس ضمن میں وہ کویت گئے، تو وہاں نجد و حجاز کے والی سطان عبدالرحمن اور ان کے بیٹے سلطان عبدالعزیز سے ملاقات ہوئی وہ ان دنوں کویت میں مقیم تھے اور نجد پر حملے کی تیاری کر رہے تھے۔ غزنوی برادران سے ان کے باپ بیٹوں نے کچھ تعلیم بھی حاصل کی نجد کی فتح کے بعد اپنے ہاں ان کو درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرنے کی بھی دعوت دی، چنانچہ یہ بزرگ تقریباً پانچ سال وہاں رہے اور خاندانِ سعود کے بعض اَفراد اور اہلِ نجد اِن سے مستفید ہوئے۔ اِسی اَثناء میں امام ابنِ تیمیہ وامام ابنِ قیم رحمہما اللہ کی بعض قلمی کتابیں بھی اُن کی وساطت سے برصغیر پہنچیں جو یہاں کے ناشروں اور خاندانِ غزنویہ کے علماء نے شائع کیں۔ [۲۸]

کتبِ ابنِ تیمیہ کی اِشاعت

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی کتب کی فہرست جو علماء غزنویہ کے اِہتمام سے شائع ہوئیں، اِن کی فہرست مولانا اسحاق بھٹی کی کتاب "فقہائے ہند" تیرہویں صدی ہجری جلد دوم سے نقل کی جا رہی ہے، مولانا اسحاق بھٹی نے یہ معلومات مولانا عطاء اللہ حنیف

بھوجیانی سے حاصل کی تھیں۔

تفسیر جامع البیان پر مولانا محمد بن عبد اللہ غزنوی نے حاشیہ لکھا اور اس تفسیر کے ساتھ مندرجہ ذیل کتبِ ابنِ تیمیہ ۱۸۹۲ء میں مطبع فاروقی دہلی سے پہلی دفعہ شائع ہوئیں۔

۱۔تفسیر سورة النور ۲۔فوائد تفسیرية مختلفة (تفسیر کے سلسلے کے مختلف علمی فوائد)

۳۔فوائد شريفية ۴۔فتيا فی مسئلة كلام الله تعالیٰ (مسئلہ کلام پر دو فتوے)

۵۔رسالة في علوم القرآن ۶۔قاعدة في العلوم

۷۔رسالة الحقيقة والمجاز ۸۔شرح حديث النــزول (مولانا عبد الغفور اور عبد الاول نے امر تسر سے شائع کی)

۹۔التحفة العراقية في الاعمال القلبية ۱۰۔الحموية[۲۹]

نیز ان کے علاوہ ابن قیم کی مندرجہ ذیل کتب شائع کیں:

۱۔اجتماع الجيوش الاسلامية على غزو المعطلات الجهمية (مطبع القرآن والسنة)

۲۔جلاء الافهام في الصلاة والسلام على خير الانام۔ (مولانا عبد الغفور وعبد الاول غزنوی نے مولانا عبد القدوس غزنوی کی کوشش سے پہلی مرتبہ مطبع القرآن والسنۃ امر تسر سے شائع کی)۔

مزید یہ کہ مولانا عبد الجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ / 1913ء) نے بھی ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم رحمہا اللہ کے معارف کو عام کیا۔ اس سلسلے میں مجموعۃ التوحید اور مجموعۃ الحدیث النجدیہ شائع کیں۔ جن میں ابنِ تیمیہ و ابنِ قیم رحمہا اللہ کی مؤلفات میں سے بعض تحریریں جمع کی گئیں جو مدارس کے نصاب میں شامل کیں۔[۳۰]

مولانا عبد الجبار غزنوی کے صاحب زادے سید داؤد غزنوی (م ۱۹۶۳ء) نے سیرتِ ابنِ تیمیہ پر مضمون لکھا۔ الغرض خاندانِ غزنویہ کی مساعی سے فکرِ ابنِ تیمیہ عام ہوئی اور اِس خاندان نے باہتمام کتبِ ابنِ تیمیہ شائع کیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ برصغیر میں سب سے پہلے اِسی خاندان کی وجہ سے اور اِن کی خصوصی توجہ سے کتبِ ابنِ تیمیہ شائع ہوئیں اور اہلِ ہند معارفِ ابنِ تیمیہ سے واقف ہوئے۔

حواشی و حوالہ جات

---

[۱] برق، غلام جیلانی. امام ابنِ تیمیہ. ط۲: ۲۰۰۷ء، ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی، لاہور، ص۱۵۶-۱۵۷

[۲] ایضاً، ص۶۱

[۳] ندوی، سید ابوالحسن علی. تاریخ دعوت و عزیمت. ط: مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۲/ ۵۴۔۵۵، ۶۴۔۶۵

[۴] ایضاً، ۲/ ۵۴

[۵] مصری، شیخ ابو زہرہ. حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہ. مترجم: رئیس احمد جعفری ندوی. ط۲: ۱۹۷۱ء، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور، ص۱۳۵

[۶] عمری، کوکن. محمد یوسف. امام ابن تیمیہ. ط۱: ۱۹۸۲ء، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص۸

[۷] اہلِ حدیث، امر تسر، شمارہ ۶ دسمبر ۱۹۱۸ء

[۸] نیپالی، بدر الزمان، محمد شفیع. الشیخ عبد اللہ غزنوی. ط۱: ۱۹۸۴ء، ندوۃ المحدثین، گوجرانوالہ، پاکستان، ص۱۵

[9] اہلِ حدیث، امرتسر، شمارہ ۶ دسمبر ۱۹۱۸ء

[10] الشیخ عبد اللہ غزنوی، ص۱۵

[11] القرآن الکریم، سورۃ اللیل ۹۲: ۷

[12] الشیخ عبد اللہ غزنوی، ص۳۰

[13] ایضاً، ص۳۰۔۳۴

[14] ایضاً، ص۲۰

[15] غزنوی، عبد الجبار، مولوی؛ قلعوی، غلام رسول، مولوی. مجموعہ نافعہ المسمیٰ بسوانح عمری مولوی عبد اللہ غزنوی. مرتب: صوفی احمد دین حنیف، ط:۱۹۸۱ء، ناشر محمدی اکیڈمی، محلہ توحید گنج، منڈی بہاؤالدین، ص ۴۲

[16] ایضاً، ص۴۷

[17] ڈار، بشیر احمد. انوارِ اقبال. ترتیب و تدوین زیب النساء. ط: اقبال اکیڈمی، لاہور، پاکستان، ۱/۲۴۷

[18] سوانح عمری، ص۱۷

[19] سوانح عمری مولوی عبد اللہ غزنوی، مکتوب، ص۱۰۲

[20] ایضاً، ص: ۱۰۷

[21] سوانح عمری، ص۹۵

[22] ایضاً ص۲۲

[23] سوانح عمری ص۱۰۳

[24] ایضاً، ص۱۰۸

[25] شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کا رسالہ مراد ہے۔

[26] سوانح عمری، ص۱۰۸

[27] کتب کی فہرست ملاحظہ ہو: بھٹی، محمد اسحاق. فقہائے پاک وہند (تیرہویں صدی ہجری). ط۱: ۱۹۸۴ء، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲/۲۱۰۔۲۱۴

[28] ایضاً، ۲/۲۰۹۔۲۱۰

[29] فقہائے پاک وہند، ۲/۲۱۰۔۲۱۳؛ مقبول احمد، صلاح الدین. دعوة شيخ الاسلام واثرها على الحركات الاسلامية المعاصرة وموقف الخصوم منها. ط۳: ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء، دار ابن الاثیر، کویت، ص۳۹۔ بعض کتب کے نام فقہائے ہند میں صحیح درج نہیں، جن کو دعوۃ شیخ الاسلام واثرھا علی الحرکات الاسلامیہ المعاصرہ، ص۳۹ سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً نمبر ۵ پر رسالہ فی القرآن کی بجائے رسالۃ فی علوم القرآن ہے اور قاعدۃ فی القرآن کی بجائے قاعدۃ فی العلوم ہے۔ واللہ اعلم

[30] غزنوی، ابو بکر. سیدی وابی داؤد غزنوی. ط۱: ۱۹۷۵ء، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، ص۱۰۸۔۱۰۹